فساد زمانہ اور عمومی بلویٰ

حالات کے بدلنے سے احکام کی تبدیلی سے انکار نہیں کیا جا سکتا

[ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ میں مولانا مجیب اللہ ندوی نے "فساد زمانہ اور عمومی بلویٰ" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا تھا۔ اِس وقت ہمارے ہاں مشینی ذبیحہ کی حلت یا حُرمت کے بارے میں جو بحث چل رہی ہے۔ اس میں کسی مثبت فیصلے تک پہنچنے میں ہمارے خیال میں اس مضمون سے کچھ مدد مل سکے گی۔ چناں چہ یہ مضمون "فکر و نظر" میں شائع کیا جا رہا ہے۔ "مدیر"]

اسلامی شریعت نے معاملاتی اور تمدنی اُمور میں انسان کو غیر معمولی مشقت سے بچانے اور ناسازگار حالات میں اسلامی احکام کے منشاء و مقصد کے تحفظ کے لئے رفع حرج اور تیسیر و تسہیل کی جو صورتیں پیدا کی ہیں، اُن میں عموم بلویٰ کا لحاظ اور فساد زمانہ کی رعایت بھی ہے۔ مگر اس لحاظ و رعایت کا مقصد محارم شریعت کا استحلال یا احکام شریعت کا تعطل نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد اس کی دوامی حیثیت کی حفاظت اور اس کو بالکلیہ تعطل سے بچانا ہے

اسلامی عقائد و عبادات میں تو کسی وقت بھی تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق زندگی کی تغیر پذیر قدروں سے نہیں ہے۔ مگر معاملاتی، معاشرتی اور تمدنی احکام کا معاملہ بالکل جدا ہے۔ ان کا مدار انسانی زندگی کی مادی قدروں پر ہے، جو ہر آن تغیر پذیر

رہتی ہیں۔ ان میں روزانہ نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ان پر معاشرہ کے فساد و صلاح کا براہِ راست اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اسلامی شریعت نے معاملاتی و تمدنی معاملات کے سلسلے میں جو ھدایت دی ہے، ان میں حلال و حرام کی بنیادی و دوامی قدروں کے تحفظ کے ساتھ قیاس و اجتہاد کی ایسی صورتیں رکھی ہیں، جن سے شریعت کا منشاء و مقصد بھی فوت نہیں ہونے پاتا۔ اور اسلامی احکام معاشرہ کے ارتقاء میں حائل بھی نہیں ہوتے۔ یہ تیسیر و تسہیل کی آزادی اس حد تک ہے۔ جب تک کہ حلال و حرام کی وہ بنیادی قدریں متاثر نہیں ہوتیں، جن کا رشتہ دین و ایمان سے جُڑا ہوا ہے۔ مثلاً اسلامی شریعت نے بہت سی چیزیں حرام، مکروہ، اور ناجائز قرار دی ہیں، یا اس کے بارے میں کچھ اُصولی ھدایتیں دے دی ہیں، مگر بعینہٖ ان پر تعامل میں انسان کو مستقل دقتیں محسوس ہوتی ہیں، یا عارضی تکلیف کا امکان ہوتا ہے، اس لئے فقہاءِ شریعت کی منشا کے مطابق اس میں تخصیص و تقیید کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تخصیص و تقیید اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ نہ تو شریعت کا منشاء بالکلیہ فوت ہونے پائے اور نہ انسان غیر معمولی تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔ جیسا کہ شریعت نے حکم دیا ہے:۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ)

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے۔ سختی نہیں چاہتا۔

اس طرح بہت سے احکام ایک خاص ماحول اور زمانہ میں بہت ہی مفید ہوتے ہیں، مگر ایک مدت کے بعد ماحول، ذرائع اور اخلاقِ عامہ کے بدل جانے کی وجہ سے اُن کی افادیت یا تو باقی نہیں رہتی یا اُس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اب اگر شرعی حکم کی علت اور منشاء کو نظر انداز کر کے بعینہٖ اس حکم پر عمل کیا جائے تو یا عمل کرنے والا تکلیف مالا یطاق میں مبتلا ہو جائے گا۔ یا پھر شریعت کا منشاء۔ یا اس کے حکم میں رخصت، تیسیر اور نفیِ حرج کا جو پہلو ہے، وہ نظر انداز ہو جائے گا۔ چناں چہ اسی بناء پر تمام ہی مسالک کے متاخر فقہاء نے اپنے مسلک کے ائمہ اور متقدم فقہاء کے بہت سے فتاویٰ کے خلاف فتوے دیئے ہیں اور اپنے پیش روؤں سے اختلاف کی وجہ متاخر فقہاء نے اختلاف الزمان اور فساد الاخلاق ہی بیان کی ہے، متاخرین کا متقدمین سے یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر متقدم

فقہار وائمہ بھی اُن کے زمانہ میں موجود ہوتے تو حالات کی تبدیلی اور فساد اخلاق کی بنا پر وہی رائے دیتے۔ اسی عموم بلویٰ اور فساد زمانہ کی بنیاد پر فقہار نے یہ اُصول مقرر کئے ہیں[1]

لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان۔ الامر اذا ضاق اتسع۔ الضرر یدفع بقدر الامکان۔ الضرورة مستثناة من قواعد الشرع۔ المشقة تجلب التیسیر۔ الضرورات تبیح المحذورات

حالات کے بدلنے سے احکام کی تبدیلی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جب کوئی تنگی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس میں وسعت ہوتی ہے۔ تکلیف حتی الامکان رفع کی جاتی ہے۔ ضرورت شریعت کے قواعد سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔ (مسلسل)

---

[1] نشر العرف۔ ج ۲ ص ۱۲۵

طابع: ظہیر الدین — مطبع: استقلال پریس لاہور

ناشر: ڈاکٹر فضل الرحمن۔ ادارہ تحقیقات اسلامی، راولپنڈی۔